Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:4 (1983)

علمی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ

ڈاکٹر احسان حقی
ترجمہ:۔ ساجد الرحمٰن

ہر زمانے اور ہر قوم میں وقتاً فوقتاً ایسی شخصیات وجود میں آتی رہتی ہیں، جن کی شخصیت اور ان کی عقل و فکر ان کی اپنی قوم یا پوری دنیا پر اثر انداز ہوتی ہے، عبقری شخصیات کی طرح بعض غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل اقوام بھی معرض وجود میں آتی ہیں، جو اپنے علم و فضل، منطقی استدلال عقل و حکمت اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر دوسروں سے اپنی اہمیت تسلیم کرا لیتی ہیں۔ ہر چند کہ غیر معمولی شخصیات غیر معمولی اقوام سے مقابلتہً کم ہیں۔ تاہم ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اقوام عالم میں سے کوئی قوم بھی ایسی نہیں جو کسی خاص زمانے میں غیر معمولی اہمیت کی حامل، نہ رہی ہو۔

جب ہم قدیم اقوام مثلاً فراعنہ، اشوریوں، کلدانیوں، چینیوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے بعد آنے والی یونانی، رومی، فارسی اور ہندی اقوام کو دیکھتے ہیں اور پھر ان کے بعد ترک، عرب پھر یورپ کی بعض جدید اقوام مثلاً ہسپانوی، پرتگالی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اسی طرح کی دوسری اقوام کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان تمام اقوام پر کوئی نہ کوئی ایسا دور ضرور گزرا ہے جب انہیں شان و شوکت حاصل تھی، حیات دنیوی کے کسی ایک پہلو میں انہیں یہ اہمیت بہرصورت حاصل تھی، خواہ وہ برتری علم و فضل کے اعتبار سے تھی یا جنگی صلاحیتوں کی وجہ سے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ان غیر معمولی اقوام کی چنگاری جس سرعت سے چمکی تھی اسی رفتار سے بجھ گئی اور اس قوم کی

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

حیثیت نسیاً منسیاً ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کہ آج لوگوں کو اس بات پر شک گزرے کہ یہ مفلوک الحال آوارہ لوگ کیا واقعی ان عظیم المرتبت لوگوں کی اولاد ہیں ۔ لیکن یہ بات محل تعجب نہیں اس لئے کہ قومیں کام اور جہد مسلسل سے بام عروج کو پہنچتی ہیں۔ غفلت و کام چوری اور جہالت انہیں ناکامی و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے۔

اگر کسی قوم کو اس کے باوجود کہ آج وہ انتشار و افتراق کا شکار ہے اپنے ماضی اور اپنے اسلاف پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے تو دوسری تمام اقوام میں سے امت مسلمہ کو یہ فخر و مباہات زیبا ہے۔ اس لئے کہ اس کا ماضی آفتاب کی مانند روشن ہے اور اس سے تجاہل و انکار ممکن نہیں، امت مسلمہ کے کارنامے تمام شعبہ ہائے حیات پر حاوی ہیں اور اس نے صدیوں علم و عرفان کے چشمۂ فیض سے اقوام عالم کو سیراب کیا ہے۔ مگر ہم محض اپنے ماضی کی یاد میں گم ہو کر اپنے حال سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس کی مثال اس لٹے پٹے تاجر کی سی ہے جو اپنے پرانے حساب کتاب کے رجسٹروں کو دیکھتا ہے اور یاد کرتا ہے کہ فلاں فلاں اس کا مقروض تھا اور اس پر فلاں فلاں ذمہ داریاں عائد تھیں جو اس نے پوری نہیں کیں۔ تاہم یہ جائزہ بھی خالی از فائدہ نہیں کیونکہ جن کا ماضی سے ربط نہ ہو وہ مستقبل کی بھی تعمیر نہیں کر سکتے، علاوہ ازیں ماضی کا جائزہ ہمیں عمل پر بھی ابھارتا ہے تاکہ ہم عظمت رفتہ کو پھر سے حاصل کر سکیں۔ ہمیں اپنے ماضی پر اس لئے فخر ہے کہ ہمارے اجداد نے زمانے پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں، جس سے امت مسلمہ کو امم سالقہ اور بعد میں آنے والی اقوام عالم میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، اس لئے کہ ان کی ترقی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی تھی خواہ اس کا تعلق مادی ترقی سے ہو یا علمی ترقی سے۔ فلسفہ سے ہو یا معاشرت سے، اگر اسلام کا محض یہی کارنامہ ہوتا کہ اس نے مساوات انسانی کا علم بلند کیا اور اعلان کیا کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں مگر کردار و عمل کی

بنیاد پر تو اس کی عظمت کے لئے کافی تھا، مگر صرف یہی نہیں بلکہ اسلام نے اقوام عالم کے معتقدات میں فکر انگیز انقلاب پیدا کیا ہے اور زندگی سے متعلق انہیں ایک نئی سوچ عطا کی ہے۔

مسلمان دنیا کے ایک معروف حصے کو صدی سے بھی کم مدت میں زیر نگیں لے آئے اور ان کی یہ فتح محض عسکری فتح نہیں تھی بلکہ انہوں نے فکر و عمل پر فتح حاصل کی، انہوں نے لوگوں کو بتوں کی پرستش سے نجات دلائی، انسان کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا، انسان کو بہیمیت سے نکال کر انسانیت کے بلند مرتبے پر فائز کیا۔ لغتہ القرآن کو چہار وانگ عالم میں پھیلایا، حتیٰ کہ یہ عظیم دین ہر طرف چھا گیا۔

مغرب کے بعض متعصب علماء یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تہذیب و ترقی یونانیوں کے مرہون منت ہے اس لئے کہ انہوں نے ان کی کتابوں کا ترجمہ کر کے ان پر عمل کر لیا اور اسی تہذیب کو پروان چڑھایا، یہ قول صرف تعصب پر وکالت نہیں کرتا بلکہ جہالت کو بھی آشکارا کرتا ہے، اس لئے کہ دنیا جانتی ہے کہ علم ایک دم سے وجود میں نہیں آتا بلکہ اس کی ترقی گزشتہ سے پیوستہ ایک مسلسل عمل سے ہوتی ہے۔ جس شخص نے علم الادب کو پروان چڑھایا اسے صرف و نحو کی احتیاج تھی، اسی طرح ہر علم کی بنیاد کسی پہلے کام پر مبنی ہوتی ہے۔ اور کوئی علم کامل و مکمل وجود میں نہیں آتا، ہر عالم علم کی عمارت میں ایک نئی اینٹ رکھتا ہے اور یوں اس مسلسل عمل سے علم کی ایک شاندار عمارت وجود میں آتی ہے اور علوم میں ترقی و اضافہ ہوتا ہے۔ ایک متعصب انگریز نے مصر کے ممتاز سکالر مفتی محمد عبدہٗ سے کہا تھا کہ جو کچھ قرآن میں موجود ہے وہ تو توریت و انجیل میں پہلے سے موجود ہے، پھر قرآن کو کیا فضیلت حاصل ہے، مفتی محمد عبدہٗ نے فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ قرآن ہمیں پہلے بتا چکا ہے، "ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ" یہ جواب سن کر خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا (فبھت الذی کفر) بلاشبہ مسلمانوں نے دوسروں سے

علوم حاصل کئے اور ان کی تہذیب کے ساتھ اضافے کئے، علماء مغرب آج بھی ان کے محتاج ہیں اور مسلمانوں کے علم و فضل کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ جب ہم مسلمانوں کی علمی خدمات پر غور کرتے ہیں تو ان کے علم و فضل کا اعتراف کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔ بلاشبہ مسلمان سمندر علم میں غوطہ زن ہوئے اور علوم کو فروع میں تقسیم کیا۔ صاحب مفتاح السادۃ کے مطابق ان فروعات کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ مسلمانوں نے پہلے تین ادوار میں جو کچھ علمی خدمات سرانجام دیں اس کے مقابلے میں ساری دنیا ہیچ ہے۔ مسلمانوں نے تمام علوم حاصل کر کے ان کو مرتب کیا اور ان کے لئے مضبوط اصول بنائے مثلاً بقراط اور جالینوس سے علم طب اور بعض یہودیوں اور سریانیوں سے دوسرے علوم حاصل کئے انہوں نے یہ علوم اسی حالت میں نہیں اپنائے بلکہ ان کی تہذیب کی، شعبدہ بازی اور سحر جیسی چیزوں کو خارج کیا اور بعض نئے نظریات کو ان علوم میں داخل کیا، انہوں نے بعض قدماء کے طریقۂ علاج سے اختلاف کیا اور امراض کی تشخیص کے لئے نئے طریقے ایجاد کئے اور اسی طرح بعض نئی ادویات دریافت کیں مسلمان اطباء نے ہی یرقان اور ہیضہ کے علاج کا انکشاف کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بخار اور فالج کا علاج ڈھونڈھ نکالا، فصد اور تبرید کے علاج کو ترقی دی۔ علم طب میں مسلمانوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے گردے اور مثانے میں پتھری توڑنے کا علاج دریافت کیا۔ ابن عباس کے جانشین ابوالقاسم الزاہراوی نے عمل جراحت سے پتھری نکالنے کے لئے جسم کے اس حصے کا انتخاب کیا جہاں سے صحیح آپریشن کیا جا سکتا ہے اور ابوبکر رازی پہلا شخص ہے جس نے امراض بچگان پر کچھ لکھا، جہاں تک ابن سینا کا تعلق ہے اسے مغرب والوں نے بھی عرب کا جالینوس تسلیم کیا ہے۔ اس کی کتاب "القانون" علم طب میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے علم نباتات کو علم طب میں استعمال میں لانے کے لئے طریقے تلاش کئے چنانچہ یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہے کہ مسلمان صرف علوم کے ناقل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے علوم کی ترتیب و

تدوین کر کے انہیں ممتاز علمی رنگ دیا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جمع کتب میں ایک مثال قائم کی ہے اور حفاظت کتب میں بھی انتہا کر دی۔ طرابلس میں (عہد فاطمی) تین ملین مجلدات موجود تھیں اور عزیز باللہ الفاطمی کی قاہرہ کی لائبریری میں سولہ ہزار مجلدات تھیں جنہیں دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا یا صحراؤں میں پھینک دی گئیں۔ یہ کتابیں صحراؤں میں ٹیلوں کی مانند نظر آتی تھیں۔ حکم ثانی کے قرطبہ کے کتب خانے میں نو سو مجلدات تھیں۔ یہ کتابیں ان کتب خانوں کے علاوہ ہیں جو عراق فارس اور بخارا میں تھے اور انہیں جلا دیا گیا تھا یا دجلہ میں غرق کر دیئے گئے تھے۔

ممکن ہے کہ عصر حاضر کا نوجوان ان اعداد و شمار کو زیادہ اہمیت نہ دے جن پر اسلامی کتب خانے مشتمل تھے اس لئے کہ وہ سوچے گا کہ ہر ذی استطاعت شخص ہفتوں میں کئی ملین کتابیں خرید سکتا ہے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام مخطوطات تھے تو اسے ان کتب خانوں کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہوگا، اس وقت کوئی پریس موجود نہیں تھا۔ ایک کتاب کا ایک نسخہ یا چند نسخ پوری دنیا میں پائے جاتے تھے، اور ایک کتاب کی قیمت اس کے وزن کے برابر سونا ہوتی تھی۔ یہ تمام چیزیں سامنے رکھ کر ان لوگوں کی کوششوں یا جمع کتب کے سلسلے میں اخراجات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس فرانس کا چارلس پنجم جو الحکیم کے لقب سے ملقب تھا اور جس کا زمانہ حکم ثانی کے چار سو سال بعد کا ہے، اس کے کتب خانے کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوشش کے باوجود وہ نو سو سے زیادہ کتابیں جمع نہیں کر سکا، ان میں سے بھی ایک تہائی مسیحی دین سے متعلق تھیں۔

جس طرح مشرق کے رہنے والے حصول علم کے لئے مغرب جاتے ہیں، اسلامی تہذیب و تمدن کے دور میں مغرب کے رہنے والے حصول علم کے لئے مشرق خاص طور پر اندلس کا سفر کرتے تھے۔ چنانچہ جب یہ لوگ اسپین پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں سے علوم اخذ کئے اور ایک ادارہ قائم

کیا جس میں عربی کتب کو لاطینی زبان میں منتقل کرنے کے کام کا آغاز کیا، اس وقت یورپ کی یہی ایک علمی زبان تھی۔ پھر اسی مقصد کے لئے اور علمی ادارے بھی وجود میں لائے گئے جو بارہویں، تیرھویں اور چودھویں صدی یعنی تین صدیوں تک کام کرتے رہے اور ترجمہ شدہ کتابوں کی تعداد تین سو ہو گئی، بعض لاطینی کتب کا عربی میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

ایک انگریز مورخ جورج مولر اپنی کتاب "فلسفۃ التاریخ" میں لکھتا ہے "ہسپانیہ میں مسلمانوں کے مدارس، علوم کے منبع کی حیثیت رکھتے تھے مغرب کے مختلف علاقوں سے طالبان علم علوم طبیعی اور علوم ریاضی اور اس طرح کے دیگر وہ علوم جن کا مغرب والوں نے اس سے پہلے نام بھی نہیں سنا تھا حاصل کرنے کے لئے آتے تھے"۔